شاہ ولی اللہ اور سرسیّد احمد خاں

.... ۱۷۶۳ء سے جب شاہ ولی اللہ کا انتقال ہوا، ۱۸۹۸ء تک جب سرسیّد احمد خاں اس دنیا سے رخصت ہوئے، یعنی ۱۳۵ کی اس درمیانی مدت میں ہندوستانی مسلمان شدید قسم کے مذہبی اور سماجی بحران سے گزرے۔ شروع میں انہوں نے مغربی تہذیب کے اثر سے جو تبدیلیاں رُونما ہو رہی تھیں، انہیں ماننے سے انکار اور زندگی کی حقیقتوں سے فرار اختیار کیا۔ ماضی کی یاد سے وہ وابستہ رہے اور حال سے مطابقت کے لیے وہ تیار نہ ہوئے۔ اور جب تیار ہوئے تو سینکڑوں شبہات اور تحفظات ذہنی کے ساتھ شاہ ولی اللہ نے تغیر و انقلاب کی علامتیں دیکھ لی تھیں اور انہوں نے اپنے ہم عصروں کو اس ضرب سے آگاہ کر دیا تھا جو ان کے قدیم نظامِ فکر اور زندگی کے پُرانے ڈھنگ پر پڑنے والی تھی۔ لیکن عبوری دَور کا حقیقی عمل ان کے انتقال کے بعد شروع ہوا۔ اور جب سرسیّد کی وفات ہوئی تو عبوری دَور کا یہ عمل تقریباً پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا۔ نظامی صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سرسیّد احمد خاں نے شاہ ولی اللہ کے نظریہ اجتہاد کو اپنی تحریک کا بنیادی اُصول قرار دیا۔ اور ایک لحاظ سے انہوں نے شاہ ولی اللہ کے مشن اور کام کو پورا کیا۔ سرسیّد نے عہدِ وسطیٰ کے ازکار رفتہ تصوّرات کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور ہندوستانی اسلام میں جدیدیت کی بُنیاد رکھی۔ خود شاہ ولی اللہ کے افکار میں کئی انقلابی و اصلاحی پہلو ایسے تھے جن سے مسلمانوں کے دینی نظامِ فکر کا ایسا ڈھانچہ تیار ہو سکتا تھا جو عہدِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرتا مگر اس طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ سرسیّد نے جو کوششیں کیں، وہ خوش آئند تھیں۔ اگر ان کی ڈالی ہوئی روایت کو آگے بڑھایا جاتا تو ہندوستانی قومیت کو بڑا سہارا ملتا....

(از رسالہ جامعہ۔ دہلی، پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مقالے سے اقتباس)